R. No. 2166/57

Regd. No. L. 924

انجمن ترقی اردو ہند کا ہفتہ وار اخبار

ہماری زبان

جلد ۲۵ - شمارہ ۲۸ | ایڈیٹر: آل احمد سرور | ۲۲ جولائی ۱۹۶۶ء

آل احمد سرور

کابل میں ایک ہفتہ

(۳)

۲۰ جون کو صبح نو بجے سے سمینار شروع ہونے والی تھی۔ ہم لوگ ذرا پہلے ہی تیار ہو گئے تھے اور ہوٹل کابل کے آس پاس کے بازار کا ایک چکر لگا آئے۔ قریب ہی پختون اسکوائر پر پختونستان کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ فٹ پاتھ پر کچھ افغانی بلیڈ بیچ رہے تھے۔ یہ دیکھ کر لطف آیا کہ بلیڈ کو یہ لوگ تیغ کہتے تھے۔ ٹھیک نو بجے تک ہم ایک بس میں بیٹھ کر پہنچے۔ ہمارے ہوٹل میں ہمارے علاوہ تاجیکی نمائندے اور ایرانی نمائندے تھے۔ ایرانی نمائندے اور پاکستان کے نمائندے قریب کے ہوٹل اسپینزر میں تھے۔ رات کو حامد علی خاں اور عبدالشکور احسن سے ملاقات ہو چکی تھی۔ عندلیب شادانی کی آمد بھی متوقع تھی، مگر وہ کسی وجہ سے نہ آسکے۔ حامد علی خاں ہمایوں کے ایڈیٹر رہ چکے ہیں، ظفر علی خاں کے بھائی ہیں۔ بڑے کہنہ مشق ادیب اور زندہ دل آدمی ہیں۔ عبدالشکور احسن نے علی گڑھ سے فارسی میں ایم۔ اے کیا تھا۔ یہ میاں محمد شریف کے بھانجے ہیں۔ شریف صاحب کا حال میں انتقال ہوا۔ ان سے علی گڑھ کے پرانے دور کے متعلق دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ خواجہ منظور حسین کی خیریت معلوم ہوئی۔ منظور صاحب میرے انگریزی کے استاد ہیں۔ جو تھوڑی سی بصیرت انگریزی ادب کے مطالعے سے ملی ہے وہ انھیں کی دین ہے۔

جب ہم بس میں بیٹھ کر پوہنتون کابل پہنچے تو نو بج چکے تھے۔ پوہنتون پشتو میں یونیورسٹی کو کہتے ہیں۔ سمینار پوہنتون کابل کی لائبریری کے ایک ہال میں تھا۔ افتتاحی اجلاس میں خاصا مجمع تھا اور اگرچہ دوسرے جلسوں میں حاضرین کی تعداد اس سے کم تھی مگر ڈیڑھ دو سو ہمیشہ موجود رہتے تھے۔ وزیر معارف نے سمینار کا افتتاح کیا۔ ہمارے سفیر جنرل خانہ بھی موجود تھے اور سفارت کے دوسرے حضرات بھی۔ دوسری سفارتوں کے لوگ بھی خاصی تعداد میں تھے۔ وزیر معارف کی افتتاحی تقریر مختصر لیکن مفید تھی۔ یہ نوجوان اور مستعد آدمی معلوم ہوتے تھے۔ ان کی تقریر کے بعد ادارہ زبانشناسی کے ڈائرکٹر عتیق اللہ پژواک نے سمینار کے طریقۂ کار پر روشنی ڈالی۔ پھر خاناپا پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق اعلان کیا گیا کہ کابل کے پشتو اور دری کے پروفیسر عبدالحی حبیبی سمینار کی صدارت کریں گے۔ ایران کے پرویز ناتل خانلری اور تاجکستان کے پروفیسر معصومی نائب صدر مقرر ہوئے اور پاکستان کے عبدالشکور احسن رپورٹر۔ ہر جلسے کے لیے دو مقالے رکھے گئے تھے۔ چونکہ عندلیب شادانی نہ آسکے اس لیے ان کا مقالہ نہیں پڑھا گیا۔ یہ مقالہ مختصر تھا اور اس میں یہ نیک خواہش ظاہر کی گئی تھی کہ تراجم کے ذریعہ سے دنیا کی ساری اقوام کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا جائے۔ پروفیسر عبدالحی حبیبی کا مقالہ لمبا تھا۔ انھوں نے کہا تھا کہ ضروری اجزا پڑھیں گے، مگر آخر کے کچھ پیراگراف چھوڑ کر پورا پڑھ دیا۔ اس مقالے میں عربی فارسی میں تراجم کی روایت اور افغانستان میں ترجمے کے موجودہ معیار اور تراجم کے سلسلے میں بنیادی اصولوں پر بڑی خوبی سے روشنی ڈالی گئی تھی۔ اس کے بعد مقالے پر بحث ہوئی۔ میں نے یہ خاص بات دیکھی کہ پوہنتون کابل کے بعض نوجوان استادوں نے بڑے جوش و خروش سے بحث میں حصہ لیا۔ پشتو اکیڈمی کے صدر صدیق رشتین نے شکایت کی کہ پشتو کے ادب کے تراجم دوسری زبانوں میں نہ ہونے کے برابر ہیں حالانکہ پشتو میں فارسی، اردو اور عربی سے خاصے ترجمے ہوئے ہیں۔ ایک اور دلچسپ شخصیت سرور گویا کی تھی۔ سید سلیمان ندوی نے اپنے سفرنامے میں ان کا ذکر کیا ہے۔ یہ اردو کی کئی کتابوں کا ترجمہ کر چکے ہیں مگر گفتگو فارسی میں ہی کرتے ہیں۔ سرور گویا بھی ہر جلسے میں نہایت جوش اور اعتماد سے بحث کرتے تھے۔ انھیں فارسی کے ہزاروں شعر یاد ہیں۔ میں نے چھیڑ چھیڑ کر ان سے پوچھا کرتا تھا کہ یہ شعر کس کا ہے، یہ مصرع کس کا ہے۔ "اے گل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری۔" کے متعلق انھیں بھی کہنا پڑا کہ شاعر کا نام معلوم نہیں۔

پوہنتون کابل کے استادوں میں سے جن لوگوں نے سمینار کی بحثوں میں حصہ لیا ان میں حبیب اللہ تژی ممتاز تھے۔ یہ بڑا جوشیلا نوجوان ہے۔ امریکہ میں لسانیات کی تعلیم حاصل کر چکا ہے۔ اب پشتو زبان پڑھا رہا ہے۔ نہایت پکا قوم پرست اور ترقی پسند خیالات کا حامل معلوم ہوتا تھا۔ ہندوستان سے بڑی محبت کا اظہار کر رہا تھا۔

(باقی)

رضا لائبریری کو وہی درجہ دیا جائے گا جو خدا بخش لائبریری کو حاصل ہے

نئی دہلی ۲۰ جولائی (یو۔ این۔ آئی) وزیر تعلیم نے رام پور کے دورے کے بعد بتایا کہ وہ رضا لائبریری رام پور کو وہی درجہ دیں گے جو خدا بخش پٹنہ لائبریری کو حاصل ہے۔ اس لائبریری میں فارسی، عربی، اردو اور سنسکرت کے مخطوطات کا زبردست ذخیرہ ہے۔ وزیر تعلیم نے کہا کہ یہ کام ایک ٹرسٹ قائم کر کے انجام دیا جا سکتا ہے۔ وزیر تعلیم نے کہا کہ وہ لائبریری دیکھ کر بے حد متاثر ہوئے ہیں۔

(الجمعیۃ)

"فسانۂ عجائب" کی تدوین کے لیے فیلوشپ

یونیورسٹی گرانٹس کمیشن نے سال رواں کے لیے اردو میں اعلیٰ تحقیقات کے لیے ڈاکٹر سید سلیمان حسین کو رجب علی بیگ سرور کی مشہور تصنیف "فسانۂ عجائب" کی تدوین (اڈیٹنگ) کے لیے جونیئر فیلوشپ (تین سو روپیہ ماہوار) دینا منظور کیا ہے۔ تدوین کا کام مشہور محقق جناب ڈاکٹر نور الحسن صاحب ہاشمی (صدر شعبۂ اردو و فارسی لکھنؤ یونیورسٹی) کی نگرانی میں ہوگا۔ (ایک نامہ نگار)

سالار جنگ میوزیم بورڈ

نئی دہلی ۳۰ جولائی۔ سالار جنگ میوزیم سے متعلق بورڈ کی نئے سرے سے تشکیل عمل میں آئی ہے۔ حکومت نے جن ارکان کو نامزد کیا ہے ان کے نام ہیں نواب عباس یار جنگ حیدرآباد، ڈاکٹر پی۔ وی۔ راجا منار مدراس، اجرا لال نس مہر تاج، نواب ساجدہ سلطان، بیگم عبد پال اونتری وینکٹا چیلم بنگلور۔

محکمۂ تعلیم کے چیف سکریٹری شری کے۔ این۔ رتنم، جین اور سکریٹری شری این۔ راجے سن کو آندھرا پردیش سرکار کی طرف سے بورڈ کا رکن نامزد کیا گیا ہے۔ یہ نامزدگیاں پانچ سال کی مدت کے لیے ہیں۔

حیدرآباد سالار جنگ میوزیم مرحوم نواب سالار جنگ کے جمع کیے ہوئے مخطوطات، مسودات اور نوادرات کے بیش قیمت ذخیرے سے بنایا گیا ہے۔ اس کا افتتاح پنڈت جواہر لال نہرو نے ۱۶ دسمبر ۱۹۵۱ء کو کیا تھا۔ اس میں تقریباً ۲۵ ہزار آرٹ کے نمونے ہیں۔ ان کے علاوہ بہت سے مخطوطات ہیں۔ ان میں کچھ نوادرات ایسے نایاب ہیں جن پر کوئی بھی ملک بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔

مرکزی حکومت نے اب تک میوزیم کی نئی عمارت کی تعمیر کے لیے ۱۰ لاکھ ۸۸ ہزار روپے دیے ہیں۔ (قومی آواز)

ماسکو ریڈیو سے پنجابی نشریات کا آغاز

نئی دہلی (نووستی) ماسکو ریڈیو سے پنجابی زبان میں نشریات کے پروگرام کا یکم جولائی کو پنجابی شاعرہ امرتا پریتم کی نظم سے افتتاح عمل میں آیا۔ یہ انکشاف خود امرتا پریتم نے کیا ہے جنھوں نے بلغاریہ سے واپسی پر مصنفوں کی یونین کی دعوت پر ماسکو میں ایک ہفتہ تک قیام کیا تھا۔ انھوں نے اپنے قیام کے دوران ادیبوں کے میوزیم بھی دیکھے۔

قدیم یوروپی زبان "کیت" کی گرامر

ماسکو (نووستی) ۱۹۰۸-۰۵ء میں سوویت ماہر لسانیات واسیلی انوچن نے یوروپ کی قدیم زبان "کیت" کی قواعد مرتب کی تھی لیکن اس کی اشاعت نہ ہو سکی تھی۔ عام خیال یہ تھا کہ مذکورہ کتاب کھو چکی ہے۔ پچھلے دنوں تاشقند میں اس کی اشاعت کی گئی۔ کیت باشندے امریکی انڈین باشندوں سے کچھ مشابہ ہیں۔ کبھی یہ سائبیریا کے ایک بڑے حصے پر آباد تھے لیکن اب دریا ینی سی کے کنارے ایک چھوٹے سے علاقے میں ان کی رہائش ہے۔ سوویت مردم شماری کے مطابق (۱۹۵۹ء) ۹۰۰ باشندے اب بھی کیت زبان بولتے ہیں۔

ہندوستان کے بارے میں سوویت کتابیں

ماسکو (تاس) ایم وائی ایس ایل جغرافیائی پبلشنگ ہاؤس کا سنٹرل ایڈیٹوریل بورڈ ہندوستان کی معاشی و جغرافیائی حالات کے بارے میں کتابوں کا ایک سلسلہ تیار کر رہا ہے جو ۱۹۶۷ء میں مکمل ہو جائے گا۔ اس سلسلے کی آخری کتاب "جنوبی ہندوستان" کے زیر عنوان ہوگی۔ اس سے قبل بھی مذکورہ پبلشنگ ہاؤس کی جانب سے ہندوستان کے بارے میں کئی کتابیں شائع کی جا چکی ہیں۔

اردو رسم الخط میں لداخ کی ہزار سالہ تاریخ ایک کشمیری نے لکھی

سری نگر۔ لداخ کی پہلی تاریخ جو اردو رسم الخط میں ایک کشمیری نے لکھی ہے عنقریب چھپ جائے گی۔ مصنف محمد امین پنڈت ہیں جو کشمیر کے محکمۂ اطلاعات میں ایک افسر کی حیثیت سے کام کرتے ہیں۔ اس کتاب میں لداخ کی ایک ہزار سال کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ (سیاست جدید)

جنرل سکریٹری ریاستی شاخ بہار کی ضروری گشتی

جناب حیات صدیقی جنرل سکریٹری بہار ریاستی انجمن ترقی اردو نے مندرجہ ذیل سرکلر برائے اشاعت ارسال کیا ہے:

ریاستی انجمن ترقی اردو کی تمام شاخوں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ جلد سے جلد رسیدوں کی ادھ کٹیاں دفتر بہار ریاستی انجمن ترقی اردو، انجمن اسلامیہ ہال پٹنہ ۴ کے پتہ پر بھیج دیں۔ ادھ کٹیوں کے ہمراہ الحاق فیس (صرف نئی شاخوں کے لیے) اور کوٹہ کی رقمیں بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ تمام شاخوں کو جن کے نام رسیدوں کا اجرا عمل میں آیا ہے ان کے نام دفتر سے خطوط بھی لکھے گئے ہیں۔ پھر بھی اس اعلان کو باضابطہ سمجھیں۔ جن شاخوں نے ممبر سازی کی انتخاب نہ کرائے اور رقمیں ارسال نہ کیں ان کو اگست میں ہونے والی کل ہند اردو کانفرنس میں ڈیلی گیٹ بھیجنے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس مدت کے اندر شاخوں کا انتخاب ہو جانا بھی حسب اعلان ضروری ہے۔

امید ہے کہ تمام شاخیں اس پر دھیان دیں گی۔

(محمد رضوان اللہ ندیم آفس سکریٹری)

رفیعہ سلطانہ

آگ کا دریا

(ایک جائزہ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

شراوستی میں جیسا کہ دکھایا جا چکا ہے۔ ذہنی اعتبار سے قدیم ہندوستان کی بڑی اہم درس گاہ تھی۔ وہاں طالب علموں کو فنونِ حرب اور مذہبی علوم کے ساتھ دنیوی علوم بھی سکھائے جاتے۔ گوتم یہیں وید ویدانت کی تعلیم حاصل کر رہا ہے لیکن ذہنی طور پر وہ بدھ مت سے متاثر ہے۔ گوتم برہمچاری ہوتے ہوئے بھی چمپک کے خیال سے دامن نہیں بچا سکتا۔ وہ کلا اور شلپ میں پناہ ڈھونڈھتا ہے۔ مذہبی مناظروں مباحثوں کے ساتھ ساتھ وہ ڈرامے لکھتا ہے۔ تصویریں بناتا ہے۔ گیت لکھتا ہے۔ اس کی تعلیم کا آخری سال بڑا ہنگامہ آرا ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ زمانہ پڑتا ہے جب یونانیوں کے ایران اور شمالی ہند پر حملے شروع ہوتے ہیں۔ نند خاندان کا سپہ سالار چندرگپت جو ایک شودر عورت مورا کا لڑکا ہے اپنے برہمن ساتھی وشنو گپت (کوٹلیہ) کی مدد سے نند خاندان کے خلاف سازش کرتا ہے پہلے تو وہ یونانیوں کو ہندوستان پر حملہ کی دعوت دیتا ہے۔ (بدھ مت کی ایک روایت کے مطابق اس نے سکندر سے ملاقات بھی کی تھی) پھر خود ہی سلطنت پر قبضہ کر لیتا ہے۔ پنجاب پر مکمل قبضہ ہو جانے کے بعد وہ شمالی ہند کی ریاستوں کو شکست دے کر مگدھ کی طرف بڑھتا ہے۔ چنانچہ گوتم اور اس کے ساتھی شراوستی میں اس دور کی سیاسیات پر گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔ گوتم کے ساتھیوں میں ایک تو ہری شنکر ہے جس کے نزدیک جنگیں بیکار ہیں وہ زندگی کا مقصد "گیان" "علم" کو سمجھتا ہے۔ دوسری طرف اکھلیش اور دوسرے برہمن ہیں کوٹلیہ کے خیالات نے ان نوجوانوں پر اپنا اثر ڈالا ہے۔ وہ جنگ اور خوں ریزی کی تائید میں ہے چنانچہ اکھلیش کہتا ہے[1]:

"وشنو گپت مجھ سے کہتا تھا ہمارے دیش کو بھی ایک چکرورتی ریاست کی ضرورت ہے جس کی دنیا کے چاروں کونوں تک وسعت ہو مضبوط سامراج ہو"

لیکن گوتم برہمن مت کے ان نئے اصولوں کے خلاف ہے وہ بھی بدھ مت والوں کی طرح جنگ اور خوں ریزی سے نفرت کرتا ہے۔ لیکن وہ دو راہے پر کھڑا ہے۔ ایک طرف بدھ مت کا امن اور شانتی کا فلسفہ ہے۔ دوسری طرف ویدوں کا تیت جس نے جنگ کو جائز قرار دیا ہے۔ ویدوں کی تعلیمات میں بھی انتشار پھیلا ہوا ہے۔

جو چاہے اپنے طور پر اس کی تاویل کرے۔ قرۃ العین نے گوتم کے شعور کی رو کو تجریدی کرتے ہوئے ان مسئلوں کا بڑی خوبی سے تذکرہ کیا ہے۔ کبھی وہ زندگی اور زمانے کو ویدوں کے نقطۂ نظر سے دیکھتا ہے تو کبھی بدھ مت کے دھم پد یاد آتے ہیں۔ کبھی ویدوں کے تصور کے مطابق "برہما" کو کائنات تصور کرتا ہے تو کبھی وہ بدھ مت والوں کی طرح پرکرتی یا فطرت کو وجہ کائنات سمجھتا ہے۔ ان صفحات کو لکھنے میں قرۃ العین نے کافی محنت سے کام لیا ہے وہ ہند فلسفہ کی اونچی نیچی گھاٹیوں سے بڑی کامیابی سے نکل آئی ہیں۔ یہاں حیرت ہوتی ہے کہ ناول کے کینوس میں انھوں نے قدیم ہند کے فلسفہ، سیاست، معاشرت، معیشت اور رہن سہن کو کتنی خوبی سے بیان کر دیا ہے۔ اس وقت یقین ہو جاتا ہے کہ یہ ناول

[1] شراوستی کے طالب علم اکھلیش سے سوس کی خبریں پہنچتے ہیں اور وہ انھیں کی تفصیلات بتاتا ہے۔

کی تکنیک میں بڑا اہم قدم ہے۔

ورجینا وولف نے صرف خواہش کی تھی کہ ایک ایسا ناول لکھے جس میں ہر صنف سموئی ہوئی ہو۔ افسانہ بھی ہو، ڈرامے کا بھی کچھ حصہ ہو، شعر و شاعری کے لیے بھی کچھ گنجائش نکل سکے۔ قرۃ العین نے "آگ کے دریا" میں اس خواہش کو پورا کر دیا ہے۔ یہ قدیم ہند کی ادبی اور سیاسی تاریخ ہے۔ ساتھ ہی فلسفہ اور مذہب بالخصوص برہمن مت اور بدھ مت کے عقائد کا مقابلہ بھی ہے۔ میگاستھینز اور پلوٹارک کی تحریروں کے اقتباسات بھی سموئے ہوئے ہیں۔

گرہست

اس حصے کے بعد کہانی ذہنی سطح سے نکل کر ایک مادی سطح پر اتر آتی ہے۔ اب گوتم کا گرہستی اور دنیاداری کا دور شروع ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں گوتم کی تعلیم کا آخری سال ہے۔ اس سال کوشل میں انقلاب آتا ہے۔ اور موریہ خاندان والے شہنشاہ چندرگپت کا راج قائم ہو جاتا ہے۔ یہ اس جگہ کوشل کے راجن شراوستی کے قریب گھنیرا (ہاتھی) کے شکار کرنے کے لیے آتے ہیں۔ وہاں کا منگل پورنیما کی تقریب منائی جاتی ہے (اس کا ذکر پورنیما کے تہوار کو قرۃ العین نے بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ یہی وہ وقت ہوتا ہے جب گوتم اور چمپک دوسری بار ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں۔ دونوں رقص کرتے ہیں گاتے ہیں۔ ملن کا ایسا لمحہ ان کی زندگیوں میں پھر کبھی نہ آنے پایا۔ جب پڑاؤ ختم کر کے شاہی قافلہ کوچ کرتا ہے تو وشنو گپتا یا چندرگپت موریہ کے سپاہی شہر پر حملہ کر دیتے ہیں جنگ میں راجن مارے جاتے ہیں۔ شہزادیاں گرفتار ہو جاتی ہیں۔ ان میں سے بعض تو ندی میں تیر کر پنچالوں کے علاقے (پنجاب) میں پہنچ جاتی ہیں بعض سے فاتحین شادیاں رچا لیتے ہیں چنانچہ چمپک کا بیاہ بھی مہاراج چندرگپت کے ایک افسر سے ہو جاتا ہے۔ جو پچاس سال کا موٹا بھدا لیکن چالاک برہمن ہے۔ اور مالیات کے محکمے میں ملازم ہے۔ وہ چمپک جو بدھ مت کے سنگھ میں شامل ہونا چاہتی تھی۔ جو راجکماری بچپن سے اس لیے بنی تھی کہ وہ بھی دیش کی دوسری بہادر عورتوں، وشاکھا، امبا پالی، بسوما، شبھا، ردیہ، نندا، دھمّا[2] کی طرح سماج کی خدمت کرے لیکن وہ اب اس برہمن افسر کے بچے کی ماں ہے۔ اور ایک امیر گھرانے کی گرہست عورت کی زندگی گزار رہی ہے۔

ادھر گوتم کے آشرم پر حملہ ہو جاتا ہے۔ گوتم بہادری سے مقابلہ کرتا ہے پانچ آدمیوں کو قتل کرتا ہے لیکن لڑائی میں اس کے ہاتھ کی انگلیاں کٹ جاتی ہیں۔ وہ لہولہان زخموں سے چور نڈھال ہو کر گر جاتا ہے۔ تب ایک گوالن اسے اپنے ہاں اٹھا لاتی ہے۔ گوالن کی دیکھ بھال سے وہ تندرست ہو جاتا ہے لیکن اب وہ تصویریں نہیں بنا سکتا۔ برش نہیں اٹھا سکتا۔ ایک دن گوالن کے گھر سے چپکے سے نکل جاتا ہے۔ گھومتے پھرتے وہ کاشی جا نکلتا ہے جہاں اس کی ملاقات ناٹک گھر کی ناٹکا اجیتکا سے ہوتی ہے۔ اجیتکا کو یہ برہمن عالم جو کلاکار بھی ہے پسند آتا ہے۔ وہ اسے اپنی ناٹک منڈلی میں شامل کر لیتی ہے۔ اور گوتم اداکاری کو اپنا مشغلہ بنا لیتا ہے۔ اس طرح اس کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے جو گرہستی کا ہو سکتا تھا لیکن چمپک کے بجائے اسے اجیتکا کے ساتھ زندگی گزارنی پڑتی ہے۔ وہ چمپک کی تلاش میں گھر گھر گھومتا ہے۔ وہ دور دراز کی یاترائیں کرتا ہے۔ وہ بھکشوؤں کی ٹولیوں کو دیکھتا ہے کہ ممکن ہے ان میں چمپک مل جائے جب چمپک کی تلاش سے مایوس ہو جاتا ہے تو اسے چمپک

[2] یہ سب عورتیں جو سماج کے ہر طبقے سے تعلق رکھتی ہیں بدھ مت کی روایات بن گئی تھیں۔

نظر آتی ہے۔ وہ اسے اس وقت نظر آتی ہے جب گوتم کی ناٹک منڈلی پاٹلی پتر جاتی ہے اور وہاں ڈرامہ کھیلتی ہے۔ اس ڈرامے کی اتنی شہرت ہے کہ عورتیں بھی اسے دیکھنے آتی ہیں۔ ان ہی میں چمپک بھی ہوتی ہے چمپک اسے پہچان جاتی ہے۔ کچھ دیر کے لیے دونوں کی نظریں ملتی ہیں۔ ناٹک ختم ہونے کے بعد چمپک ایک مہری سے کہلواتی ہے کہ وہ اس سے مل جائے۔ لیکن گوتم انکار کر دیتا ہے اور جواب بھجوا دیتا ہے کہ نیچ ورنا عورت کے لیے دوسرے مرد سانپ کے سمان ہیں۔ اس ایک جملے میں قرۃ العین نے ہندوستانی عورت کے کردار کی بڑی خوب صورت تصویر کھینچی ہے۔

ون پرستھ اور سنیاس

اب گوتم عمر کی اس منزل میں ہے جب ون پرستھی کا دور شروع ہو سکتا تھا لیکن وہ اڑتالیس سال کی عمر میں سنیاس لینے کے ارادے سے سب کی نظریں بچا کر رنگ بھومی (اسٹیج) سے نکل جاتا ہے۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ چمپک کی تلاش میں ابھی تک دنیا داری کے بکھیڑوں میں الجھا ہوا تھا۔ اب اسے اس کی زندگی کا ماحاصل مل گیا۔ اسے ویدوں کے بھجن یاد آتے ہیں لیکن اب بدھ مت اس کو ذہنی تسکین بخشتا ہے اس لیے کہ بدھ مت میں خواہشوں کو دبانا سکھایا جاتا ہے۔ وہ کسی سنگھ میں شامل ہونے کے ارادے سے ندی پار کرنا چاہتا ہے۔ اس کے دور کنارے پر ایک بھکشو نظر آتا ہے جو ہری شنکر ہے جس نے پہلے ہی خواہشات سے منہ موڑ لیا تھا گوتم بھی اسی راہ جانا چاہتا ہے لیکن کئی بھری انکھیوں سے وہ ندی پار نہیں کر سکتا اور ڈوب جاتا ہے۔ اس طرح ناول کا پہلا حصہ ختم ہو جاتا ہے۔ قرۃ العین نے یہاں وقت کو ندی کے مشابہ بتایا ہے۔ قاری کے سامنے دو ہزار برس کے بعد کا زمانہ آجاتا ہے یعنی مسلمانوں کی آمد کے بعد کا دور۔ اس کا نقیب ابوالمنصور کمال الدین ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب جونپور، فیض آباد اور لکھنؤ کے شہر ابھرتے ہیں۔ یہ دور تلسی، کبیر، سلطان سکندر، حسین شرقی اور زین العابدین کا دور ہے۔ یہ ہندو مسلم اتحاد اور یگانگت کا دور ہے۔ ہندو مسلم دونوں طبقے ایک نئے طریق فکر "بھگتی" کی بنیاد ڈالتے ہیں۔ اس مذہب میں ذات پات کا فرق نہیں۔ ہندو مسلمان کی تفریق نہیں۔ اس قافلے میں نظام الدین اولیا سے لیکر کبیر تک رام نام دیوانے ہی رہے ہیں۔ اس حصے کا ہیرو ابوالمنصور کمال الدین ہے جو ایک عربی شہزادہ نسل سے ہے۔ اور جونپور کے سلطان کے کتب خانہ کا نگراں ہے اس کے ذمہ ایک اور کام ہے۔ ہندوستان قدیم کی تاریخ لکھنا۔ اس لیے ابوالمنصور ہندوؤں کے مقدس مقامات کی سیر کرتا ہے۔ ایودھیا میں اسے ایک لڑکی چمپا نظر آتی ہے جس کی ذات میں اسے عورت کا ایک نیا۔ نیا لیکن دلکش روپ نظر آتا ہے۔ اسے محسوس ہوتا ہے کہ گوتم کی روح جسے پہلے جنم میں چمپا نہ مل سکی دوبارہ ابوالمنصور کمال کے روپ میں چمپا کی تلاش میں آجاتی ہے۔ وہ گوتم کے جیسا ہرجائی نہیں اس لیے ہزاروں عورتوں سے ملتا ہے۔ بہار، بنگال، دکن کی عورتوں سے لیکر جونپور کی ام حبیبہ اور شہزادی طیبہ سلطان تک کو وہ دیکھتا آیا تھا لیکن ایودھیا کی اس برہمن زادی کو دیکھ کر وہ سب عورتوں کو بھول گیا اس طرح قرۃ العین کا روحانی اتصال والا نظریہ اور بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دنیا کی ساری عورتوں میں سے وہ کشش یگانگت کا احساس نہ ہو پایا جو اس ایودھیا کی برہمن زادی میں نظر آیا۔ گو وہ مختلف نسل مختلف خاندان اور مختلف مذہب سے تعلق رکھتی ہے۔ ادھر چمپا بھی کمال کی ذات میں اسے جنم جنم کے ساتھی کو پاتی ہے۔ یہاں بھی جنگ دونوں کو جدا کر دیتی ہے۔

ابوالمنصور کمال جب چمپا کو نہ پا سکا تو کبیر کا بھگت بن کر شاعری کرنے لگا اس نے گیت لکھے کہانیاں لکھیں آخری عمر میں بنگال میں بس کر بنگال کے محنت کش کسانوں کی زندگی گزارنے لگا اس دوسرے حصے میں زیادہ دلکشی نہیں اس کے بعد ناول میں ایک خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مغل دور کی شان و شوکت قرۃ العین کو متاثر نہ کر سکی مغل دور کے زوال سے ناول کا تیسرا حصہ شروع ہوتا ہے۔ یہی وہ زمانہ ہے جب انگریزوں کے قدم ہندوستان میں آتے ہیں۔ پہلی مرتبہ قاری کے سامنے ۱۸۵۷ء آتا ہے اب تاریخ کا تعین شروع ہو جاتا ہے اور وقت یا زمانہ جو ابھی تک سالوں اور صدیوں سے آزاد تھا مقید ہو جاتا ہے۔ اب قاری ماضی کی خواب آگیں شاعرانہ فضا سے نکل کر ایک تلخ حال کی بے مہر حقیقتوں سے دو چار ہوتا ہے اس سے پہلے ناول میں کہیں بھی تاریخ کو متعین کرنے کی کوشش نظر نہیں آتی۔ ۱۸۵۷ء کے بعد دن اور سال جا بجا آنے لگتے ہیں اس سے شاید مصنفہ یہ بتانا چاہتی ہیں کہ اس سے پہلے جو کچھ ہوا وہ ایک ابدی تاریخ تھی ایک حقیقی تاریخ۔ اور اب گویا تاریخ سلسلہ روز و شب پر مبنی ہے۔ اسی لیے اس کو تاریخ وار مرتب کر سکتے ہیں۔ اصل ناول تیسرے حصے سے شروع ہوتا ہے ایودھیا اور شراوستی کے بجائے اب فیض آباد اور لکھنؤ آتے ہیں۔ لکھنؤ کی تصویر کشی میں قرۃ العین بہت کامیاب ہیں۔ قرۃ العین کا لکھنؤ سرشار، رسوا، اور شرر کے لکھنؤ سے مختلف ہے۔ یہ نیا لکھنؤ ہے جہاں گومتی کے کنارے کوٹھیوں کا سلسلہ چلا گیا ہے۔ لکھنؤ کا پرانا حصہ ان کے یہاں نہیں۔

ان کے کردار مکمل نشان نہیں رکھتے ہوئے ہیں لیکن سچ تو یہ ہے ان کرداروں کا کوئی مقام نہیں وہ آفاقی ہیں وہ ہر ملک اور ہر قوم میں مل سکتے ہیں کیونکہ وہ انسان دوست، جدیدیت کے دلدادہ اور نئے خیالات کے مبلغ ہیں۔ سرل ایشلے ہو کہ لی آرگنگ، گلشن ہو کہ ادیب ان سب کے سوچنے سمجھنے کے طریقے یکساں ہیں۔ قرۃ العین نے کردار نگاری میں کوئی کمال نہیں دکھایا صرف مختلف ٹائپ کے نمونے بنائے ہیں۔ جن میں سے گوتم، چمپا، طلعت، کمال، نرملا، ہری شنکر، گلشن، روشن آرا، سرل ایشلے، شانتی، کرنگ، رونا باری، جون کارڈ ایک گروپ سے تعلق رکھتے ہیں ماریشلے، نجو، راز کا گروپ دوسرا ہے۔ ایک تیسرا گروپ (عامر رضا اور ساجدہ بیگم) کا ہے جو خالص عملی یعنی Pragmatist ہیں اسی لیے زندگی میں کامیاب ہیں۔ ان ہی کا گہرا زاد کمال رضا۔ تخیل پرست اور IDEALIST ہونے کی وجہ سے خوابوں کے پیچھے دوڑتا ہے۔ اور اسے چند ٹوٹے ہوئے خواب ہی ملتے ہیں۔ اس حصے کے کردار آبگینوں کی طرح ہیں اور ڈرتے ہیں کہ کہیں ٹکرا کر ٹوٹ نہ جائیں یہ اشاروں میں باتیں کرتے ہیں اور یادوں کے سہارے زندہ رہتے ہیں۔ اور کوئی گہرا دیرپا تاثر قاری پر نہیں چھوڑتے ہیں۔ نسوانی کرداروں میں قرۃ العین نے ہندوستانی عورت کے ایک اور دلکش روپ کو ابھارا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ہندوستانی عورت صرف جذبات کے سہارے جی سکتی ہے۔

لیکن اس پر بھی قاری کو نرملا سے ہمدردی پیدا نہیں ہو سکتی وہ ایک جذبہ کے آگے جھک جاتی ہے۔ جذبہ پر قابو پانے اور اس کو Sublimate یا ترفع کرنے کی صلاحیت اس میں نہیں۔ وہ گوتم کے عشق میں گھل گھل کر ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے برخلاف چمپا کے کردار میں ایک ایسا احساس ملتا ہے جو نرمی کو جنس نفس کے پیچھے جاری ہے۔ روحانی محبت کے تصور کو قرۃ العین نے چمپا کے ذریعہ سے بیباکی سے ابھارا ہے۔ وہ اس طرح کہ چمپا میں بہت سے روپ دیکھی

(باقی صفحہ [illegible])

غزلیں

شمیم حنفی

دور ہو جانے پہ تو نے کبھی سوچا بھی ہے　　میری دنیا سے پرے تیری کوئی دنیا بھی ہے
بارہا دیکھا ہے تجھ کو ذہن کی محراب میں　　بارہا تجھ کو ہوائے وصل نے چھیڑا بھی ہے
تیری رگ رگ میں بسا ہے زہر میرے قرب کا　　تیری آنکھوں میں شب آزار کا سایہ بھی ہے
کتنی سرکش تھیں قبائے سرخ کی دو دھجیاں　　بجھ گئے لمحوں کے شعلے پر کوئی تیشہ بھی ہے
آنسوؤں نے توڑ دی دیوار رنگ و خشت کی　　عالم امکاں میں اک پھیلا ہوا صحرا بھی ہے
تشنگی کے جال سے بچنا بہت مشکل نہ تھا　　چشمۂ تصویر بھی ہے ریت کا دریا بھی ہے
جسم کے موتی ہیں ان کو پھینکنا اچھا نہیں　　فکر کے دامن میں اک احساس کا دھاگا بھی ہے
خود سری زنجیر بنتی جا رہی ہے ان دنوں　　اور اپنے ساتھ تجھ کو دور تک جانا بھی ہے

تیری تنہائی کے دروازوں پہ دستک دے سکے
سوچتا ہوں شہر والوں میں کوئی ایسا بھی ہے

ساجد رضوی

کون یہ آ رہا ہے سوئے گلستاں ہر کلی آج ہے ضوفشاں دوستو
یوں چمکنے لگے ہیں قدم کے نشاں جیسے آکاش پر کہکشاں دوستو
شام ہجراں ہمارا نہیں ہے کوئی زندگی کی جگہ ہے غم زندگی
اب نظر سے بہت دور ہے روشنی اس اندھیرے میں جائیں کہاں دوستو
کوئی مونس نہیں کوئی ہمدم نہیں، عشق کے راز کا کوئی محرم نہیں
اپنی حالت سے آگاہ خود ہم نہیں، حال دل کا ہو کیونکر بیاں دوستو
مختصر داستاں ہے بہت مختصر، کچھ نہ پوچھو مگر درد دل کا اثر
آ بھی جائے زباں پر بمشکل اگر، سن سکو گے نہ تم داستاں دوستو
جن سے خطرہ تھا وہ رازداں بن گئے، کل جو ناکام تھے کامراں بن گئے
راہزن رہبر کارواں بن گئے، لٹ گیا راہ میں کارواں دوستو
عشق انسان کے دل کی آواز ہے، عشق انسانیت کے لیے ساز ہے
عشق ہی زندگی کا اہم راز ہے، عشق سے کیوں ہو تم بدگماں دوستو
آدمی کو جو حاصل ہو خود آگہی، ہر قدم پر ملیں منزلیں درد کی
آج بھی دیتے ہیں دعوت بندگی، ساجد، سجدہ و آستاں دوستو

پرکاش فکری

توڑو نہ خامشی یہ آہوں کو ضبط کر لو　　اشکوں کی بھی صدا ہے اس کا خیال رکھو
ملتے رہو گے ہم سے فرصت اگر رہے تو　　کچھ کم سخن ہو لیکن باذوق آدمی ہو
کتنا عجیب لیکن ہوتا یہی ہے یارو　　پیاسے سمندروں میں قطرے کو جان دیدو
ہر چیز سے لپٹی جو وحشت سی ہو گئی ہے　　اس کا سبب وہی ہے جی کو دوا سمجھو
سکھ دو قربتوں کے آنکھوں میں جھیلتے ہیں　　شاخوں سے یوں نہ پھولوں کو چھوتے جاؤ

دریا کنارے اکثر تنہا مجھے ملا ہے
شاید وہی ہو فکری دل کے قریب دیکھو

---×÷×---

علیم اختر غازی پوری

تیری یاد

کیف دل ہے سرخوشی ہے تیری یاد
ذہن کی آسودگی ہے تیری یاد
اس کی گرمی سے پگھل جاتا ہے درد
آنسوؤں کی زندگی ہے تیری یاد
غم کی تاریکی میں گم ہو جب حیات
سینے میں اک روشنی ہے تیری یاد
شوق کی وارفتگی ہے تیری یاد
ساز دل کی نغمگی ہے تیری یاد
اس سے نکھرا ہے امیدوں کا جمال
خود سراپا دلکشی ہے تیری یاد
جگمگا اٹھتی ہے دنیائے خیال
اک مقدس روشنی ہے تیری یاد
گرچہ میری زندگی ہے تیری یاد
اب حریف سرخوشی ہے تیری یاد
اب امید وصل کی خوشبو نہیں
ایک پژمردہ کلی ہے تیری یاد
تجھ کو اب میں یاد بھی کرتا نہیں
ذہن کی آوارگی ہے تیری یاد

امیر چند بہار

ایک رباعی

چھلکا ہوا اک جام لنڈھا جاتا ہے
پیتے نہیں جو ان کو پلایا جاتا ہے
آتا ہے جو برسات میں گھر کر بادل
آگ اور بھی سینے میں لگا جاتا ہے

خالد رحیم

یاد

چاندنی کی شہ پاکر
دل کی جھیل میں
اکثر
وہ کنول بھی کھلتے ہیں
جو تمہاری صورت کے زاویے سے ملتے ہیں!

---×÷×---

صفحہ ۶ سے آگے

ہیے ہیں عامر رضا سرل بیش بے تل کر گیگ لیکن اُسے گوتم کی ذات میں جو ذہنی رفاقت ملی وہ کسی میں نہ مل سکی اور گوتم بھی چمپا کو بھلا نہیں سکتا۔

ہری شنکر اور کمال ایک کلپ کے مانند ہیں جو قاری کو گوتم اور چمپا اور عامر رضا کے متعلق آگاہ کرتے رہتے ہیں۔ اور یوں مل کر کچھ کہنے پر یہ داستان ختم ہو جاتی ہے۔

ٹیکنک موضوع کے بعد اس کی دوسری قابل ذکر چیز ہے ٹیکنک جو اردو ادب میں نئی ہے اور انگریزی کی وساطت سے آئی ہے انگریزی ادب میں یہ ٹیکنک بیسویں صدی کے عہدِ اول کی پیداوار ہے بعض نے اسے مابعد تاثراتی post-impressionist تحریک سے متاثر بتایا بعض نے اسے symbolism اشاریت کا بدلا ہوا روپ سمجھا لیکن حقیقت میں یہ تحریک فرائڈ اور ینگ کی تحقیقات کے بعد برگساں کے نظریہ زمان Time Durée کے وجود میں آئی جس کی وجہ سے لوگ وقت کو ایک نئی جہت new dimension سمجھنے لگے۔ ان کے خیال میں وقت ایک ایسا سمندر ہے جس میں انسان اور کائنات محیط ہے۔ اور انسان تنکوں کی طرح ڈول رہے ہیں۔ وقت کے لیے دریا یا بہاؤ کی اصطلاح سب سے پہلے ولیم جیمس نے استعمال کی اس نے وقت کے بہاؤ کو زندگی یا روایت تعبیر کیا۔ تب سے ناول نگاروں جیسے جیمز جوائس، ورجینیا وولف، مارسل پروست اور ڈورتھی رچرڈسن نے استعمال کرنا شروع کیا۔ پہلے ناول میں کرداروں اور واقعات پر زور دیا جاتا تھا۔ اس نئی ٹیکنک میں کرداروں کے خیالات اور داخلی کیفیات کا اظہار کیا جانے لگا۔ چونکہ دماغ میں حافظہ بڑی اہمیت رکھتا ہے اس لیے ان کی تحریروں میں حافظہ یعنی "ماضی" کو اہمیت دی جانے لگی اور یہ کہا جانے لگا کہ اس کے ذریعے سے ہم کرداروں کے بطون تک پہنچ سکتے ہیں۔ شعور کی رو والی ٹیکنک میں حقیقت گہرا اور دھندلا پن ہوتا ہے جس کو پانے کے لیے قاری کو ذہنی حد تک رسائی ضروری ہوتی ہے۔ F. J. Hoffman کے الفاظ میں یہ انسانی ذہن کی ایک ایسی قسم ہے جس میں ذہن انسانی کے چار مرحلوں کو دیکھا جاتا ہے۔

شعور، ماقبل شعور، تحت الشعور اور لاشعور جن میں حافظہ کی بڑی اہمیت ہے۔ انگریزی ادب میں دوروتھی ورسٹ جو اس فن کی بانی سمجھی جاتی ہے۔ لکھتی ہے

"وقت یا ماضی ایک دریا ہے۔ اگر ہے جو تمام تجربوں کو جمع کر رہا ہے اور پھر حافظہ کی صورت عطا دیتا ہے۔"

شعور کی رو والے ناولوں میں واقعات میں بظاہر ربط نہیں ہوتا اس لیے ایک انگریز نقاد کی رائے ہے شعور کی رو والے ناولوں کو دیکھ کر کہہ سکتے ہیں جس کے شعور کی رو بھی ٹیکنیک والے کی طرح ہے۔ بعض نے اسے خیالی تجربہ سے تعبیر کیا۔ جیسا کہ جیمز جوائس کی کتاب Ulysses بھی ہے۔ اسی طرح یہ رجحان ... کو یاد رکھنے میں بے حد مددگار ہے۔ اور نفسیاتی الجھنوں کا مطالعہ ہے۔ اسی لیے ان ناولوں میں زیادہ دھیان نہیں دیا جاتا۔ اور نہ ہی عبارت میں تسلسل ربط کو کیا جاتا

ہے۔ بعض وقت زبان گنجلک اور مبہم ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ایسی غیر منطقی چیز کو پیش کرنا چاہتے ہیں جو ناممکن ہے۔ چنانچہ نقادوں نے شعور کی رو والے ناولوں کی مندرجہ ذیل خصوصیات بتائی ہیں۔

۱۔ واوین Parenthesis توسین کا استعمال۔ ۲۔ افعال کو صفات کے ساتھ استعمال۔ ۳۔ حروف ربط و جار کا غیر ضروری استعمال۔ ۴۔ فعل تمام کا مسلسل استعمال۔ ۵۔ خود کلامی کی بہتات "آگ کے دریا" کے اسلوب میں بھی یہی خصوصیات نظر آتی ہیں۔

۱۔ توسین کا استعمال جیسے

"اسلام (اس لفظ کی جگہ نئی دہلی کرکٹ میچ میں پاکستانی ٹیم ہارے تو سمجھو اسلام خطرے میں ہے) دشمنوں جس کا دوسرا نام چا کمیونسٹ جس کا دوسرا نام کوشلیہ ہے جس نے مہاپدم نند کو اپنی ریاست سے شکست دی وہی دشمن تحریر سلطنت ہے۔

"اور شاکیہ منی نے کہا تھا فتح نفرت پیدا کرتی ہے کیونکہ مفتوح دکھ کی نیند سوتے ہیں لیکن فتح و شکست سے بلند شانت آدمی سکھ کی نیند سوتے ہیں

۲۔ افعال کو صفات کے ساتھ استعمال

بڑی خوشی کی بات ہے سرل نے واقعتاً خوش ہو کر کہا۔

گیسوں بھال کیا سوچتے ہو؟ کسی آٹی اس اثر سے پوچھا

۳۔ حروف ربط و جار کا استعمال غیر ضروری استعمال

لڑکی واقعی میری وجہ سے بیٹی کر اتنی خوفناک بات اس کی زبان پر آ گئی کہ اس نے مری ہوئی آواز میں کہنا چاہا کہ تم نے ... اور اس کی وجہ۔ وہ چیزیں جو اس کی سمجھ میں آج تک نہیں آتی تھیں۔ تم نہیں سمجھ کر ... ہوتے یا دوسرے کے کام آتا ہے سرل نے اطمینان سے جواب دیا۔

۴۔ فعل تمام کا استعمال

وہ وادی ناد کو کرتی رہی۔ وہ اسے دیکھتی رہی پھر اس نے آنکھیں موند لیں۔ گھنگھروؤں کی آواز اس کے کان میں پہنچی کہ وہ ایک اور حقیقت سے دو چار تھا۔

اس ناول کے اسلوب میں ندرت، دل سوزی، خواب کی ہی نازکی ہے لیکن شدت واقعی ہے اور اسی داخلی تاثر ہی کی وجہ سے کردار زیادہ ابھرنے نہیں پاتے۔

مراسلات

رایل ڈکشنری

شروع انگریزی میں جو مفید انگریزی اردو ڈکشنریاں انگریزوں نے چھاپی تھیں اُن میں سے ایک کا نام رایل ڈکشنری تھا۔ پہلا حصہ انگریزی سے اردو۔ اور دوسرا اردو سے انگریزی میں، رومن خط میں۔ بچپن میں ہمارے ہاں بھی۔ اس وقت ایسی کتابوں کی کیا قدر ہوتی، پھر غائب ہی ہوگئی۔ حال میں اس کا ایک سکنڈ ہینڈ نسخہ مل گیا ہے۔ لیکن ناقص صورت میں یعنی

(۱) سرورق غائب ہے جس سے نہ مصنف کا نام چلتا ہے نہ پبلشر کا

(۲) پہلا ورق بھی غائب ہے۔ نسخہ وہیں سے شروع ہوتا ہے جہاں … ختم …

(۳) نسخہ ختم حصہ دوم ہے … آخری لفظ … ہے۔

(۴) درمیان کتب۔ مجھے ایک اشتہار سے پتہ چلا ہے کہ پبلشر کمپنی کا … بارنس تھا جو عرصہ ہوا ختم ہو چکا ہے۔ اور مصنف کوئی … صاحب تھے۔

کسی صاحب کے پاس اگر کامل نسخہ موجود ہو تو براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں۔

(عبد الماجد دریابادی۔ دریاباد۔ بارہ بنکی)

انجم ادیب کی گذارش پر

"ہماری زبان" کے ۲۲ جون کے شمارے میں جناب سید نجم الحسن انجم ادیب صاحب نے "گذارش" کے عنوان سے حضرت انجم اور حضرت شاہ ابو الحسن ادیب کے حالات سے متعلق پوچھا ہے۔ میرے پاس سید الطاف علی سعید صاحب کی لکھی ہوئی کتاب "میسور میں اردو" نہیں ہے البتہ ڈاکٹر حبیب النساء بیگم صاحبہ کی لکھی ہوئی کتاب "ریاست میسور میں اردو کی نشوونما" DEVELOPMENT OF URDU IN MYSORE STATE - پر نظر ہے جس سے ان حضرات کے حالات اخذ کر رہی ہوں۔

"سید حسن شریف انجم۔ ان کے والد کا نام … الدین تھا۔ ۱۸۷۱ء میں شہر کولار میں پیدا ہوئے … ۱۴ برس کی عمر میں … قرآن شریف حفظ کیا تھا۔ اپنے والد سے ہی اردو اور فارسی پڑھی۔ پھر … محمد … ایک عالم و فاضل سے عربی و فارسی کا اکتساب کیا۔ سری نواس راؤ نام کے ایک پنڈت کے پاس … سنسکرت پڑھتے رہے۔ پھر … نے انہیں اپنے بیٹے کو … پڑھانے کی خدمت پر مامور کیا۔ اسی تعلق سے شقدار، پھر جمعدار اور پولیس انسپکٹر رہے۔ چند سال نوکری کے بعد پنشن لی۔ انجم صاحب کو مطالعہ کتب کا بڑا شوق تھا۔ پنشن کے بعد یہ شوق پورا ہوا۔

فوائد الاسلام، شہادت نامہ، رسول مقبول، میزان المنطق اور چند قصیدے و غزلیات ان کی تصانیف ہیں۔ ان کے … کا نمونہ پیش ہے:

وہ حقیقت نظر نہیں آتی — کچھ بھی اس کی خبر نہیں آتی
لطف تیرا ہے عام پھر کیوں — میری امید بر نہیں آتی
کیوں ہے اس بت پہ دل … — جس کی صورت نظر نہیں آتی
خوب ہے بولنے سے خاموشی — بات کرنی اگر نہیں آتی
وہ سعادت کہیں … — کیا کبھی میرے گھر نہیں آتی
میرے اشکوں کی آب و تاب کبھی — تم بن لعل و گہر نہیں آتی
میرے دل کو قرار ہو جس سے — کوئی ایسی خبر نہیں آتی
سب پہ آتی ہے آپ کو رقت — اک مرے حال پر نہیں آتی
اس کے نالے ہیں بے اثر جس کو — آہ مرغ سحر نہیں آتی
ذوق طبعی اگر نہ ہو انجم — شاعری عمر بھر نہیں آتی

ذرہ اور آفتاب کی باتیں — ہیں حقیقت میں خواب کی باتیں
طاق نسیاں کی زیب و زینت ہیں — اب حدیث و کتاب کی باتیں
عیش شیریں نہ تلخ ہو جائے — سن کے واعظ عذاب کی باتیں
… حق سے کردے … — تجھ کو روز حساب کی باتیں

انھوں نے چھوٹی چھوٹی بحروں میں … زندگی کی ہے۔ خیال … کی لطافت و پختگی نے ان کے شعروں میں بے ساختگی اور اثر پیدا کر دیا ہے۔ ہر بات کو عام فہم … انداز میں پیش کرنے کا … سلیقہ … حقیقت نگاری کو اپنا شعار … ہے۔

شاہ ابو الحسن ادیب۔ شاہ ابو الحسن ادیب ۱۸۸۲ء دسمبر کو بنگلور میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد … شریف انجم ہیں۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سے ہی حاصل کی پھر … الحسن صاحب سے فارسی پڑھی۔ میسور میں ایف اے سیکنڈری … کے امتحانات دئے۔ پھر لاہور یونیورسٹی سے منشی فاضل، ادیب فاضل اور مولوی فاضل امتحانات میں نمایاں کامیابی حاصل کی۔ واپسی کے بعد ٹریننگ کالج میسور میں طلبہ کو فارسی و عربی پڑھاتے رہے اور کئی سال تک مہاراجہ کالج میسور میں اردو فارسی کی تعلیم دی۔ ان کی چھوٹی بڑی تصانیف دو درجن سے زیادہ ہیں۔

ان کی ایک کتاب … ادب … نامہ … فارسی زبان کے … ہیں۔ … گلزار … لغات … حسن ارادت، رنگ تغزل وغیرہ … بنگلور پریس سے شائع ہو چکے ہیں۔

تاریخ … ان کی ایک اہم تصنیف ہے جس کے حوالہ جات میں نے اور مصنف "میسور میں اردو" نے جا بجا دئے ہیں … ریاست میسور کے حالات اخذ کر کے … فرمائے تھے۔

ان کا انتقال ۱۹ ستمبر ۱۹۴۷ء میں ہوا۔ نمونہ کلام

… اس طرح … ہے آجکل — ایک ایک ذرہ دیدۂ حیراں ہے آجکل
آئینہ خیال کی کچھ انتہا بھی ہے — گھر ہی مری نظر میں بیاباں ہے آجکل
کیا … کشمکش صبر و ضبط سے — شیرازۂ خیال پریشاں ہے آجکل
ساقی کے ہاتھ میں … — خلق خدا کی موت کا ساماں ہے آجکل
… ہر ایک یاد … — … بلبل … گلستاں ہے آجکل
اللہ رے انقلاب … ادیب
مسجود حسن دکاکل پریشاں ہے آج کل

مذکورہ غزل آل انڈیا ریڈیو بنگلور … میں پڑھی گئی۔

(صفیہ شمیم)

جموں وکشمیر میں فن اور ثقافت کی رفتارِ ترقی

ریاست جموں وکشمیر نے جو ہمہ جہتی ترقی کی ہے اس میں علمی، ادبی اور ثقافتی سرگرمیوں کے فروغ کو ایک خاص مقام حاصل رہا ہے۔ ان شعبوں کی ترقی کے لیے ریاست میں باقاعدہ ایک اکیڈمی قائم کی گئی ہے جو جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز کے نام سے موسوم ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اکیڈمی کا مقصد فنون، ثقافت اور زبان وادب کو فروغ دینا اور علمی و ادبی شعور پیدا کرنے کی کوشش کرنا ہے۔

۶۵-۱۹۶۴ء میں اکیڈمی کی ثقافتی و علمی سرگرمیوں کے ایک جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ اکیڈمی اپنے مقاصد میں بہت کامیاب رہی ہے۔

سال ۶۴-۱۹۶۳ء کے دوران میں جموں وکشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لنگویجز کی آئینی حیثیت اور تنظیمی ڈھانچے میں اہم تبدیلیاں عمل میں آئیں۔

۱۹۶۳ء میں صدر ریاست کے ایک حکم نامے کے تحت اکیڈمی کو ایک خود مختار کارپوریٹ ادارہ قرار دیا گیا۔ اسی سال بعد میں اکیڈمی کے نظام میں اس طرح کی تبدیلیاں کی گئیں کہ وہ اپنی ثقافتی سرگرمیاں ریاست بھر میں تمام سال جاری رکھ سکے۔

۶۵-۱۹۶۴ء کے دوران میں تنظیم جدید کی اسکیم مکمل طور پر نافذ ہو چکی ہے اور اب اکیڈمی کے دو دفتر جموں و سری نگر میں کام کر رہے ہیں۔

اس سال کے دوران میں اکیڈمی کی سرگرمیوں کا دائرہ بھی وسیع تر ہوا ہے اور موسیقی اور فنون لطیفہ کے دو انسٹی ٹیوٹ قائم کیے گئے ہیں جن میں سے ایک جموں میں اور دوسرا سری نگر میں واقع ہے۔

اکیڈمی علمی، ادبی اور ثقافتی اہمیت کی تخلیقات کی اشاعت کا بھی اہتمام کرتی ہے۔ ۶۵-۱۹۶۴ء کے دوران میں ڈوگری، کشمیری، پنجابی، فارسی، اردو کی کتابیں شائع کی گئیں جن میں سے بعض کتابوں اور ان کے مصنفوں کے نام درج ذیل ہیں۔

ڈوگری

(۱) ڈوگری بھاشا اور ویاکرن (ڈوگری قواعد اور زبان) از۔ بی۔ این گپتا۔

(۲) این انٹروڈکشن ٹو ڈوگری فوک لٹریچر اینڈ پہاڑی آرٹ (انگریزی میں) از لکشمی نرائن اور بسنت راچند۔

(۳) ڈوگری لوک گیت ترتیب تالیف سری این ڈی شرما اور کے ایس دھوکر

کشمیری

(۱) نور نامہ (شیخ نور الدین ولی منظوم ملفوظوں کا مجموعہ) تالیف محمد امین کامل۔

(۲) گلریز (مثنوی از مقبول شاہ کرالہ واری) تالیف و تدوین محمد یوسف ٹینگ

(۳) سون ادب ۱۹۶۳ء (کشمیری تخلیقات کا انتخاب) تالیف اختر محی الدین۔

پنجابی

(۱) چونویں کشمیری کویتا (کشمیری نظموں کا پنجابی ترجمہ) تالیف ہرنس سنگھ آزاد۔

فارسی

(۱) مثنویات قانی مدون ڈاکٹر امیر حسن عابدی

اردو

(۱) ہمارا ادب ۱۹۶۳ء (منتخب تخلیقات کا انتخاب) مدون محمد یوسف ٹینگ

ڈوگری، کشمیری، اردو، ہندی اور پنجابی کی تصنیفات کے منظور شدہ مسودوں کی اشاعت کے لیے ان کے مصنفین کو ۸۲۵،۷ روپیہ کی مالی امداد دی گئی۔ اکیڈمی کی طرف سے بہترین کتابوں پر انعامات بھی دیے جاتے ہیں۔

زبان	کتاب	مصنف	انعام
ڈوگری	دو لاکرن تھپایا (نظم)	کے۔ ایس مادھوکر	۱۰۰۰ روپیہ
انگریزی	فوک ٹیلز آف کشمیر (لوک کہانیاں)	ایس۔ ایل سدھو	۷۰۰ "
کشمیری	شبنمی شعر (نظم)	سی۔ ایل چمن	۷۰۰ "
"	زوِ ونا (نظم)	مظفر عظیم	۱۰۰۰ "
فارسی	پارسی سرایان کشمیر (تحقیق)	جی۔ ایل ٹکو	۱۰۰۰ "
اردو	سیاہ تاج محل (مختصر افسانے)	موہن یاور	۱۰۰۰ "
اردو	بہار غزل (نظم)	عابد	۷۰۰ "

اکیڈمی کی ثقافتی و ادبی سرگرمیوں میں مشاعروں اور ادبی سیمیناروں کو ایک اہم مقام حاصل ہے سال ۱۹۶۵ء کے دوران میں اکیڈمی کی طرف سے چار اردو مشاعرے منعقد کیے گئے۔ ان کے علاوہ کشمیری، پنجابی، ڈوگری اور ہندی کے شاعروں کا بھی اہتمام کیا گیا۔

جولائی ۱۹۶۴ء میں سری نگر میں اور جنوری ۱۹۶۵ء میں جموں میں شامِ غزل منعقد کی گئی جموں اور سری نگر میں دو دو شامِ افسانہ کا بھی اہتمام کیا گیا۔

ادبی سیمیناروں کے سلسلے میں ۱۵ اور ۱۶ مارچ ۱۹۶۵ء کو ٹیچرز ٹریننگ کالج جموں میں مصنفین کا ایک سیمینار منعقد کیا گیا جس کا افتتاح ریاست کے گورنر ڈاکٹر کرن سنگھ نے کیا۔ اس سیمینار میں ممتاز ادبی شخصیات نے حصہ لیا اور مقالات وغیرہ پڑھے۔

اکیڈمی کی دیگر سرگرمیوں میں ڈرامے، ثقافتی ٹروپوں کے دورے، مصوری کی نمائش وغیرہ شامل ہیں۔

اکیڈمی میں علمی و ادبی نوعیت کے کئی اہم منصوبوں پر کام کیا گیا ہے اس میں دت کوی کی کلیات (ہندی) کی تکمیل، ہندی ایرانی کشمیری کلاسیکی موسیقی کی پہلی اور دوسری جلد دن کی اشاعت اور تیسری جلد کی کتابت کا کام، ڈوگری لوک گیتوں کا مجموعہ، کشمیری لغت اور اردو کشمیری لغت کی تدوین شامل ہیں۔

اردو میں دو ماہی جریدے شیرازہ کی اشاعت کے علاوہ اکیڈمی نے ڈوگری، ہندی اور کشمیری میں بھی ششماہی شیرازہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے ۱۹۶۵ء میں اردو "شیرازہ" کا ایک خصوصی جواہر لال نہرو نمبر شائع کیا گیا۔

(الجمعیۃ)

انجمن ترقی اردو مہاراشٹر کا سالانہ جلسہ

۲۷ جون ۱۹۶۶ء کو انجمن ترقی اردو مہاراشٹر کا سالانہ جلسہ ہوا جس کی صدارت جناب سکندر علی وجد صاحب نے فرمائی۔ اس موقعہ پر حسب ذیل اصحاب کا انتخاب عمل میں آیا۔ مزید تفصیلات متعاقب روانہ کی جائیں گی۔

صدر : جناب سکندر علی وجد صاحب

جنرل سکریٹری : " شاہد علی خاں صاحب

جوائنٹ سکریٹری : جناب محمود چھاپرا صاحب

خازن : جناب سید شہاب الدین دسنوی صاحب

مغربی مہاراشٹر : نائب صدر : جناب ڈاکٹر مومن محی الدین صاحب

سکریٹری : جناب بشیر احمد حکیم صاحب مالیگاؤں

مرہٹواڑہ : نائب صدر : جناب مظہر علی خاں صاحب

سکریٹری : جناب جوش محمد آبادی صاحب

ودربھ : نائب صدر : جناب سید ہادی نقشبندی صاحب

سکریٹری : جناب فیض انصاری صاحب

بمبئی خطہ : نائب صدر : ڈاکٹر ایس۔ ایس نشاط صاحب

سکریٹری : جناب بشیر الدین صاحب

(عبد القدوس خطیب شعبۂ نشر و اشاعت)

انجمن ترقی اردو راجستھان کے وفد کی لسانی اقلیاتی منسٹر صاحب راجستھان سے ملاقات

۷ جولائی۔ جے پور۔ آج ۲ بجے دن انجمن ترقی اردو راجستھان کا ایک وفد زیر قیادت خان بہادر الحاج الطاف احمد صاحب خیری صدر انجمن مذکور، ریاست راجستھان کے وزیر برائے لسانی اقلیات سے ان کے دفتر واقع سکریٹریٹ راجستھان میں ملا۔ صدر موصوف کے علاوہ ارکان وفد حسب ذیل صاحبان تھے۔

رائے بہادر پنڈت اوتار نراین صاحب بھارگو نائب صدر انجمن مذکور، ڈاکٹر سردار رام سنگھ صاحب خازن انجمن، محمد افتخار علی صاحب شمیم ممبر انجمن۔ مولوی احترام الدین احمد صاحب شاغل جنرل سکریٹری انجمن

اس ملاقات کے وقت ڈائرکٹر صاحب بھاشا وبھاگ راجستھان کی عدم موجودگی کے باعث حسب الحکم منسٹر صاحب موصوف اسسٹنٹ ڈائرکٹر بھی موجود تھے۔

سوا گھنٹے کامل راجستھان میں مسائل اردو کی بابت بہت خوشگوار و آزادانہ فضا میں تبادلۂ خیالات ہوا، اس لیے بہتر نتائج برآمد ہونے کی معقول امید ہے۔

وفد نے ایک مفصل و مدلل یادداشت بھی پیش کی جس میں دستور ہند اور مرکزی و ریاستی حکومت کے اعلانات و احکام کے حوالوں سے اپنے ہر مطالبہ کو جائز ثابت کیا اور ان احکام پر عمل نہ ہونے کی عام شکایت کا اظہار کیا۔ یہ یادداشت صرف راجستھان ہی کے لیے مفید کار آمد نہیں ہے بلکہ دوسری ریاستوں کے اردو دوست بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں اور بصیرت حاصل کر سکتے ہیں لہذا اس کا اردو ترجمہ ہماری زبان کے ذریعہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہوگا۔ در اصل یادداشت بھی کتابچہ کی شکل میں چھاپ کر عنقریب شائع کی جا سکے گی۔

(محمد عبد الواسع الحق۔
(اسسٹنٹ سکریٹری انجمن ترقی اردو راجستھان جے پور)

انجمن ترقی اردو مہاراشٹر کی شاخیں قائم کیجیے

اس امر سے غالباً کسی کو انکار نہ ہوگا کہ اردو کے تحفظ و بقا نیز ترویج و ترقی کے لیے اب کوئی نہایت ہی موثر اور مفید اقدام کی ضرورت ہے۔ اس لیے ہر ضلع، ہر قصبہ اور ہر گاؤں غرضیکہ جہاں جہاں اردو پڑھنے لکھنے اور بولنے والے موجود ہیں انجمن ترقی اردو (ہند) کی ایک شاخ قائم ہونی چاہیے۔ مہاراشٹر کے اردو نوازوں کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ انجمن ترقی اردو (ہند) کی اب تک مندرجہ ذیل شاخیں قائم ہو چکی ہیں۔

(۱) جناب مدن موہن کالیا سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ بمبئی،
پتہ: صابو صدیق پالی ٹیکنیک، شیفرڈ روڈ، بمبئی نمبر ۸
(۲) جناب سید مظہر علی، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ کنڈلواڑی،
پتہ: کنڈلواڑی، تعلقہ بلولی، ضلع ناندیڑ۔
(۳) جناب شیام کنول، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ دیگلور،
پتہ: پوسٹ دیگلور ضلع ناندیڑ۔
(۴) جناب محمد شعبان انصاری، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ مالیگاؤں، پتہ: ہندوستان لائبریری، اسلام پورہ، مالیگاؤں ضلع ناسک
(۵) جناب یوسف مومن انصاری، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ بھیونڈی،
پتہ: آشا پرنٹری، بھیونڈی، ضلع تھانہ۔
(۶) جناب غلام مصطفیٰ تانکی، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ کلیان، پتہ: نزد ولارے گیریج، ڈاکٹر امبیڈکر روڈ کلیان، ضلع تھانہ
(۷) جناب اثر فاروقی، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ اورنگ آباد،
پتہ: نزد جنرل پوسٹ آفس، اورنگ آباد۔
(۸) جناب سلام بن رزاق، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ پنویل،
پتہ: معرفت جناب عمر خان دیشمکھ، بھوسار محلہ، پنویل، ضلع قلابہ۔
(۹) جناب محبوب راہی، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ لاکھنواڑہ،
پتہ: پوسٹ لاکھنواڑہ، تعلقہ کھام گاؤں، ضلع بلڈانہ۔
(۱۰) جناب بشیر احمد شہید ایم۔ اے، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ اکولہ
پتہ: ایم آباد ہائی سکول، اکولہ۔
(۱۱) جناب سید کفیل اللہ شاہ وکیل، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ کھام گاؤں
پتہ: موتی لائٹ ریسٹورنٹ، کھام گاؤں، ضلع بلڈانہ۔
(۱۲) جناب محمد وزیر علی، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ چاندہ،
پتہ: قدوائی ہائی اسکول، بسٹ پورہ، چاندہ۔
(۱۳) جناب عبد الرشید، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ بلھار پور،

پتہ: نزد جامع مسجد بلہارپور، ضلع چاندہ۔

(۴) جناب شمیم فیضی، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ کاشی،
پتہ: نیا بازار کاشی۔

(۵) جناب جلیل احمد، سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ پربھنی، پتہ پربھنی

اس سلسلے میں ہر اردو دوست سے جو ریاست مہاراشٹر میں مقیم ہے التماس ہے کہ وہ اپنے گاؤں، اپنے قصبے، اپنے شہر اور اپنے ضلع میں انجمن ترقی اردو (ہند) کی شاخ قائم کرنے کی کوشش کرے اور اگر پہلے سے کوئی شاخ قائم ہے تو اس کو مفید و موثر اور سرگرم عمل کرے۔ اس سلسلے میں مزید معلومات کے لیے جنرل سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) ریاستی شاخ مہاراشٹر، بہ معرفت مکتبہ جامعہ لمیٹڈ پرنسس بلڈنگ نزد جے جے اسپتال، بمبئی نمبر ۳ (بی۔ آئی) سے خط و کتابت کی جا سکتی ہے۔ (م۔ ی۔ کھتری، شعبہ نشر و اشاعت انجمن ترقی اردو مہاراشٹر)

انجمن ترقی اردو بنگال شاخ ضلع بردوان کا انتخابی جلسہ

آج شام نو جولائی ۶۶ء زیر صدارت ہیڈ ماسٹر شری رام کھلاون چوبے سیتارام پوری ایک جلسہ ہوا جس میں انجمن کے ممبران نے بڑی اتفاق رائے سے مندرجہ ذیل عہدہ داروں کا انتخاب کیا۔ نیز یہ طے پایا کہ اس ماہ کی آخیر تک ایک جلسہ منعقد ہو اور جس میں نئے عہدہ داروں کو مدعو کیا جائے تاکہ مقامی عہدہ داروں کی توثیق اور تصدیق ہو جائے اور انجمن بنا کر زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جا سکے۔

عہدہ داروں کے نام

(۱) صدر: شری سکھدرشن بنرجی، اڈیٹر منگل اخبار ہفتہ وار آسنسول (۲) شری جیب نرائن سنگھ صاحب سیکریٹری مزدور کانگریس کمیٹی جگال کول (۳) نائب صدور: اسودرشاد، ڈپٹی پریزیڈنٹ ورکس یونین کلٹی (۴) مولوی محمد ممتاز صاحب ممتاز کلٹوی (۵) سکریٹری جناب شمس الحق صاحب ضیا (۶) محمد خورشید صاحب کلٹی (۷) محمد نفیس شارق کلٹی (۸) خزانچی شمس الضحیٰ کولافہ مرچنٹ کلٹی (۹) سکریٹری جلبشتی، عبدالمجید صاحب انصاری (۱۰) شری ہیرا لال جادو (۱۱) اراکین: ولایت حسین صاحب انصاری کنٹریکٹر (۱۲) امیر جماعت محمد ادریس خاں صاحب (۱۳) ایس۔ این۔ گنگولی (۱۴) شری کیدار ناتھ رام صدر ہرکمن سبھا کلٹی (۱۵) شری سردار مہندر سنگھ (۱۶) محمد علی خاں صاحب (۱۷) محمد شریف مستری (۱۸) جناب شاہ محمد بنو لی ــــ (۱۹) صوفی محمد نظام الدین انصاری (۲۰) شری ہری ہر رقیب (۲۱) شری نرائن بنواری (۲۲) نظر العالم ذکی سکریٹری جگر لائبریری کلٹی

(شمس الحق ضیا جنرل سکریٹری)

اردو کے جواں مرگ شاعر ذوالنورین کی یاد میں

نئی دہلی، ۱۱ جولائی۔ کل یہاں جناب جگن ناتھ آزاد کے مکان پر اردو کے بلند پایہ شاعر اور حکومت ہند کے ایک اعلیٰ افسر جناب ذوالنورین کی یاد میں جو حال ہی میں ایک مختصر سی علالت کے بعد عین جوانی میں چل بسے دہلی کے ادیبوں اور شاعروں کا ایک جلسہ ہوا جس کی صدارت ڈاکٹر ایمپلائمنٹ ٹریننگ اینڈ ٹیکنیکل ایجوکیشن و مرحوم کے دیرینہ دوست اور ہم درس جناب عین العابدین نے کی۔

اس موقع کے لیے الہ آباد سے پروفیسر احتشام حسین نے ایک پیغام اور سری نگر سے جناب منظور الامین نے ایک مقالہ بھیجا۔ علی جواد زیدی صاحب نے بھی جن کو اسی دن کابل جانا پڑا ایک مقالہ بھیجا۔

جناب مالک رام صاحب نے ایک مختصر سی تقریر میں مرحوم کا شخصی تعارف کرایا۔ ان کی اور ان کے خاندان کی علم دوستی پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ ان کے والد مولوی عبدالحق محکمہ تعلیم سے متعلق تھے اور نہایت کامیاب افسر تھے۔

مرحوم پولیس کے نہایت کامیاب افسروں میں سے تھے۔ ان کے بھائی اور بہنیں سب شعر و ادب کی دلدادہ رہیں۔ مرحوم نے شعر گوئی میں ایک نیا رنگ پیدا کیا لکھنوی ہونے کے باوجود لکھنؤ سے کچھ الگ تھے لیکن افسوس کہ صرف ۳۸ برس ہی کی عمر میں ہم سے جدا ہو گئے۔

جناب شارب ردولوی نے مرحوم کے کلام کی ندرت کے کچھ نمونے پڑھ کر سنائے۔

جناب جگن ناتھ آزاد نے اپنے مقالے میں مرحوم سے اپنے تعلقات کے حوالے سے ان کے حسن اخلاق اور ادب دوستی کے واقعات بیان کیے اور بتایا کہ مرحوم نے اپنی تخلیقات کے حوالے سے اس نظریہ کی تردید کی کہ افسری اچھی شاعری کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔

جناب منظور الامین نے اپنے مقالے میں کہا کہ ذوالنورین کی خوش خلقی ان کی لازوال مسکراہٹ ان کی منکسر المزاجی شعر و ادب سے ان کا والہانہ عشق یہ ایسی خوبیاں ہیں جو ان کی یاد ان کے عزیزوں اور دوستوں کے دلوں میں ہمیشہ باقی رکھیں گی۔ غلام ربانی صاحب تاباں نے مرحوم کی نیک سیرت، انکسار اور متانت کو خراج عقیدت پیش کیا۔ جناب سلام مچھلی شہری نے مرحوم کی وفات اور غم پر ایک جدید نظم سنائی۔ صدر جلسہ جناب عین العابدین نے مرحوم کے ادبی ذوق اور ذہانت پر ایک سیر حاصل تبصرہ کیا اور بتایا کہ دلی کے سماجی اور ادبی حلقوں میں وہ رچ بس رہے تھے کہ موت بے رحم نے انھیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہم سے چھین لیا۔ جلسہ میں دیگر اشخاص کے علاوہ بیگم ذوالنورین، بیگم عین العابدین، بیگم شمیم نکہت، شری مالک رام، سردار نونہال سنگھ ڈپٹی سکریٹری حکومت ہند، مجور بجن چندان، مسز چوپڑہ اور شریمتی ردی چوپڑہ نے شرکت کی۔ (الجمعیۃ)

نظر شاہجہانپوری کا انتقال پر ملال

بڑے دکھ کے ساتھ دنیائے ادب کو یہ خبر پہنچا رہا ہوں کہ ۹ جولائی کی صبح کو شاعر خوش فکر حضرت نظر شاہجہانپوری نے طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ دیا۔ مرحوم بڑے خوش خلق اور سلیقہ مند شاعر تھے۔ ہمارے نوجوان حلقے میں سب سے اچھا شعر کہتے تھے۔ خدا سے دعا ہے کہ مرحوم کو جوار رحمت عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل۔

بہت جلد شہرہ محقق جناب رشید حسن خاں صاحب آپ کا انتخاب پیش کر رہے ہیں جو ہدیہ ناظرین کیا جائے گا۔ (رباب رشیدی)

انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ بلہارپور کا الحاق ہو گیا

اردو دوستوں سے انجمن کے ممبر بننے کی درخواست

مہاراشٹر کے اردو دوستوں کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ بلہارپور

ضلع چاندہ کا باقاعدہ الحاق ریاستی شاخ مہاراشٹر سے ہوگیا۔ بلہار پور کے اردو دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ بلہار پور کے ممبر بن کر اردو کے مقاصد کو تقویت پہونچائیں۔

ممبری کے فارم حاصل کرنے کے لیے براہ کرم جناب عبدالرشید صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ بلہار پور، نزد جامع مسجد، بلہار پور، ضلع چاندہ سے ملاقات کریں۔

(م۔ ب۔ کھتری شعبۂ نشر و اشاعت انجمن ترقی اردو (ہند) مہاراشٹر)

ناگپور یونیورسٹی کے نامناسب فیصلے کے خلاف

انجمن ترقی اردو مہاراشٹر نے آئینی جدوجہد شروع کردی

ناگپور یونیورسٹی نے بی۔ اے، بی۔ کام اور بی۔ ایس سی میں اردو کو اختیاری مضمون کی حیثیت سے ختم کر کے اپنی اردو دشمنی کا ثبوت دیا ہے۔ اس نامناسب فیصلے کے خلاف صدر انجمن ترقی اردو مہاراشٹر نے ناگپور یونیورسٹی کے وائس چانسلر، مہاراشٹر کے چیف منسٹر، ایجوکیشن منسٹر اور چیرمین اکیڈمک کونسل ناگپور یونیورسٹی سے سخت احتجاج کیا ہے اور انجمن کی تمام شاخوں کو ہدایت دی کہ وہ بھی اس اقدام کے خلاف آئینی جدوجہد کریں۔

(بشیر الدین سکریٹری۔ انجمن ترقی اردو (ہند) مہاراشٹر)

انجمن ترقی اردو شاخ چاندہ کا الحاق ہوگیا

مہاراشٹر کے اردو دوستوں کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ چاندہ کا باقاعدہ الحاق ریاستی شاخ مہاراشٹر سے ہوگیا۔ چاندہ کے اردو دوستوں سے درخواست ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ چاندہ کے ممبر بن کر اردو کے مقاصد کو تقویت پہونچائیں۔

ممبری کے فارم حاصل کرنے کے لیے براہ کرم جناب محمد وزیر علی صاحب سکریٹری انجمن ترقی اردو (ہند) شاخ چاندہ، قدوائی ہائی اسکول، جٹ پورہ، چاندہ سے ملاقات کریں۔

(م۔ ب۔ کھتری شعبۂ نشر و اشاعت انجمن ترقی اردو (ہند) مہاراشٹر)

شاخ مالیگاؤں کی ماہانہ میٹنگ

انجمن ترقی اردو شاخ مالیگاؤں کی ماہانہ میٹنگ ترقی مرکز میں ہوئی۔ جس کی صدارت جناب امین اللہ خاں صاحب نے کی۔ گذشتہ میٹنگ کی روداد اور حساب کی منظوری کے بعد مندرجہ ذیل تجویزیں منظور کی گئیں۔

(۱) اگست ۶۶ء میں مخصوص نشست کیا جائے جس میں صرف بیرونی شعراء کو مدعو کیا جائے اور انجمن کے ممبران سے شریک ہونے کی استدعا کی جائے۔

(۲) لائبریریوں، سوشل کلبوں، تعلیمی اداروں کو مرکز بنا کر ان کے ذریعے اراکین کی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔

(۳) اکتوبر ۶۶ء میں سیمینار منعقد کیا جائے۔

(۴) نومبر ۶۶ء میں مضمون نویسی کا مقابلہ کیا جائے۔

اس میٹنگ میں ڈاکٹر پیر محمد رحمانی، شبیر احمد حکیم، پروفیسر حفیظ انصاری، نذیر احمد انصاری، فیروز حسین بادشاہ، حاجی شکیل احمد، یوسف تشنہ اور اصغر انصاری شامل تھے۔

(شعبان انصاری سکریٹری)

ریاستی انجمن ترقی اردو اترپردیش کی ضروری گشتی

ریاستی انجمن ترقی اردو کی مجلس عاملہ اور کونسل کا جلسہ اتوار ۳۱ جولائی ۱۹۶۶ء ۹ بجے دن سنٹرل ہوٹل امین الدولہ پارک میں ہوگا۔ توقع ہے کہ آپ معہ اپنی شاخوں کے نمائندے سے ضرور شرکت فرمائیں گے۔

ایجنڈا

(۱) سابقہ کارروائی کی تصدیق

(۲) رپورٹ صدر انجمن

(۳) انتخابات ممبران و عہدیداران

(۴) دیگر امور ضروری باجازت صدر

(نوٹ) براہ کرم اپنی شاخ کا گوشوارہ، رپورٹ کارکردگی، نمائندوں کے نام، شرکت کی اطلاع، فہرست ممبران اور تجاویز (جو مناسب سمجھیں) ۲۵ جولائی ۱۹۶۶ء تک روانہ فرمائیے۔

قیام کا انتظام سنٹرل ہوٹل میں ہوگا۔

اپنے یہاں کے مجلس عاملہ کے ممبر صاحب کو بھی مطلع کر دیجئے گا۔

(شجاعت علی سندیلوی جوائنٹ سکریٹری)

بقیہ صفحہ ۱۲ کا

ہوں وہ فریب خوردۂ رہبر کہ لاکھ بار — بہلا کے لے چلا ہے مرا نقش پا مجھے

اسلام صاحب کے خیال میں یوں ہونا چاہیے ؎

ہوں وہ فریب خوردۂ رہبر کہ بار بار — بہلا کے لے چلا ہے مرا نقش پا مجھے

!

حسرت موہانی کا یہ شعر ؎

کچھ حد سے بڑھ چلی ہیں ترے کج ادائیاں — اس درجہ اعتبار تمنا نہ چاہیے

اسلام صاحب کے نزدیک یوں ہونا چاہیے ؎

اب حد سے بڑھ چلی ہیں تری کج ادائیاں — اس درجہ اعتبار تمنا نہ چاہیے

اس قسم کے کئی نمونے اور بھی پیش کیے جا سکتے ہیں۔ ویسے تو کتاب کا وہ حصہ تو اور بھی مضحکہ خیز ہے جہاں شاعروں کے حالات زندگی اور ان کی شاعری کے بارے میں چند ناقدین کے اقوال نقل کرنے کے بعد مصنف نے شعراء سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ اس حصے میں تنقید کا وہ نمونہ ملتا ہے جو حالی کے دور سے قبل اردو میں رائج تھا یعنی ایک طرف سبحان اللہ ہے تو دوسری طرف نعوذ باللہ۔ حیرت ہے کہ ایم۔ اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اس زمانے میں اس طرح کے تنقیدی انداز کو محمد اسلام صاحب نے کس طرح روا رکھا ہے جس کو اب پرانی اور نکمی قسم کے شارح بھی چھوڑ چکے۔

تبصرہ

شہر زاد

بیسویں صدی کے چند اکابر غزل گو۔ ڈاکٹر محمد اسلام

صفحات :- ۹۶

قیمت :- ۶ روپے

ملنے کا پتہ :- دانش محل امین الدولہ پارک لکھنؤ

محمد اسلام صاحب کی اس کتاب میں اصغر، فانی، حسرت، جگر، اثر اور فراق پر دو دو تین تین صفحے کے مضامین ہیں اور ان کے اشعار کا انتخاب شامل ہے۔ اس کتاب کی اشاعت کے سلسلے میں محمد اسلام کی کوشش یہ تھی کہ "یہ شائع شدہ کتاب ایسی ہو جس سے عام مطالعہ کرنے والوں کے ساتھ ساتھ طلبہ کو خاص طور پر فائدہ پہونچ سکے۔ ان کو ان شعرا کی مختصر سوانح حیات اور چند موضوعات پر یکجا اشعار اتنے مل جائیں کہ وہ اس شاعر کو سمجھنے یا اس پر مضمون لکھنے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں۔ انتخاب جن عنوانات کے تحت کیا گیا ہے وہ یہ ہیں:

(۱) ندرت خیال (۲) فکر و نظر کی بلندی (۳) اخلاقیات و تصوف (۴) فلسفۂ زیست و مرگ (۵) جبر و اختیار (۶) سوز و گداز (۷) افسردگی و حزن و ملال (۸) گریہ ہن و دامن کا بیان (۹) لطافت زبان (۱۰) حسن تکرار (۱۱) مصوری (۱۲) محاورہ، روز مرہ، تشبیہ و استعارہ (۱۳) سہل ممتنع (۱۴) اشاریت (۱۵) جوش بیان (۱۶) معاملہ بندی اور رنگا وٹ (۱۷) حب الوطنی اور ہر شاعر کے انتخاب کے آخر میں بعض فروگذاشتوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے تاکہ ان کے محاسن کے ساتھ ساتھ ان کی بعض خامیاں بھی پوشیدہ نہ رہ جائیں۔"

ابتدائیہ میں محمد اسلام صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ انھوں نے مذکورہ تمام شعرا کے دواوین کو پڑھا ہے لیکن فروگذاشتوں کو دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف نے ان کے دواوین کے مستند ایڈیشن نہیں دیکھے بلکہ شاید ایک روپیہ سیریز قسم کی پاکٹ بکس سے اشعار کا انتخاب کیا ہے۔ یہی نہیں اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اکثر شعرا اور اشعار سے محمد اسلام صاحب کی ملاقات پہلی بار ہوئی ہے۔

فروگذاشتیں میں محمد اسلام صاحب نے ہر شاعر کے ایسے اشعار درج کیے ہیں جو ان کے خیال میں محاورہ، زبان بیان، اظہار و ابلاغ اور عروض وفن کے اعتبار سے کمزور یا ناقص ہیں، اور ہر شعر کی کمزوری یا نقص اپنی اصلاح سے درست بھی کر دیا ہے۔ فروگذاشتوں کے تحت محمد اسلام صاحب نے جو اشعار مختلف شعرا کے درج کیے ہیں، ان میں اکثر اپنی اصلی شکل میں زبان زد خاص و عام ہیں۔ محمد اسلام صاحب نے پہلے انھیں مسخ کر کے لکھا ہے اور پھر انھیں درست کیا ہے۔ یا ان پر بلا سوچے سمجھے اصلاح فرمائی ہے۔ کتاب کا یہ حصہ خاصا عبرتناک ہے۔ کچھ نمونے ملاحظہ کیجیے:

اصغر گونڈوی :-

ہے عشق کے محشر میں یوں مست خراماں ہے ۔۔۔ دوزخ بگریباں ہے فردوس بداماں ہے

(اصلاح محمد اسلام)

صحیح شعر یوں ہے

ہے عشق کہ محشر میں یوں مست خراماں ہے ۔۔۔ دوزخ بگریباں ہے فردوس بداماں ہے

اک دل بیتاب ہیں پہلو میں پھر پیدا کریں ۔۔۔ مسکرا کر پھر ذرا مجھ سے تقاضا کیجیے

(اصلاح محمد اسلام)

صحیح شعر یہ ہے

اک دل بیتاب ہیں پہلو میں پھر پیدا کروں ۔۔۔ مسکرا کر پھر ذرا مجھ سے تقاضا کیجیے

ایسا بھی ایک جلوہ تھا اس میں چھپا ہوا ۔۔۔ اس رخ پہ دیکھتا ہوں میں اپنی نظر کو میں

(اصلاح محمد اسلام)

صحیح شعر یہ ہے

ایسا بھی ایک جلوہ تھا اس میں چھپا ہوا ۔۔۔ اس رخ پہ دیکھتا ہوں ابھی تک نظر کو میں

فانی بدایونی

وصال تیرا خیال تیرا ہو تو شیوہ کر نہ جنوں کیوں کر ۔۔۔ نہ مجھ پہ کچھ اختیار دل کا نہ دل پہ کچھ اختیار میرا

(اصلاح محمد اسلام)

حسرت موہانی

یہ بھی آداب محبت نے گوارا نہ کیا ۔۔۔ ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی

(اصلاح محمد اسلام)

فراق گورکھپوری

فراق تو ہی مسافر تو ہی منزل ہے ۔۔۔ کدھر چلا ہے محبت کی چوٹ کھائے ہوئے

(اصلاح محمد اسلام)

صحیح شعر یوں ہے

فراق تو ہی مسافر ہے تو ہی منزل بھی ۔۔۔ کدھر چلا ہے محبت کی چوٹ کھائے ہوئے

ان مثالوں سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ محمد اسلام صاحب نے شعرا کے دواوین کا خاص روا روی میں مطالعہ کیا ہے۔

فروگذاشتوں میں اشعار کو غلط لکھ کر صحیح کرنے کے علاوہ محمد اسلام صاحب نے بعض بہت مشہور اور اچھے اشعار پر اصلاح بھی دی ہے۔ تین چار نمونے دیکھیے

اصغر کا یہ شعر

اس کی نگاہ ناز نے چھیڑا کچھ اس طرح ۔۔۔ اب تک اچھل رہی ہے رگ جان آرزو

محمد اسلام صاحب کے خیال میں یوں ہونا چاہیے

اس کی نگاہ ناز نے چھیڑا تھا اس طرح ۔۔۔ اب تک اچھل رہی ہے رگ جان آرزو

یا

فانی کا یہ شعر

زندگی بھی تو پشیماں ہے یہاں لا کے مجھے ۔۔۔ ڈھونڈتی ہے کوئی حیلہ مرے مر جانے کا

محمد اسلام صاحب کے خیال میں یوں ہونا چاہیے

زندگی خود ہے پشیماں یہاں لا کے مجھے ۔۔۔ ڈھونڈتی ہے کوئی حیلہ مرے مر جانے کا

یا فانی ہی کا یہ شعر

(باقی صفحہ ۱۱ کالم ۲ پر)

---

۱ نقوش و سوم مرتبہ احمد جمال پاشا، جامعہ پبلشنگ ہاؤس، اردو بازار دہلی صفحہ ۲۲

۲ سرود زندگی، آزاد پبلشنگ ہاؤس دہلی

۳ کلیات فانی مرتبہ ... جامعہ پبلشنگ ہاؤس اردو بازار دہلی صفحہ ۱۱

۴ ... فانی ... بک ڈپو حیدرآباد دکن کے صفحہ ۱۵ پر شعر اسی طرح درج ہے۔ تبصرہ نگار

۵ کلیات حسرت موہانی (دیوان اول) مکتبہ اشاعت اردو دہلی کے صفحہ ... پر "لگائی" ہی درج ہے اور یہ شعر زبان زد خاص و عام ہے۔ تبصرہ نگار

۶ شبنمستان، سنگم پبلشنگ ہاؤس صفحہ ۵۰

مالک انجمن ترقی اردو (ہند) علی گڑھ، پرنٹر ضمیر الدین قریشی نے مسلم ایجوکیشنل پریس علی گڑھ میں چھاپا اور پبلشر نذیر حسن نے دفتر مرکزی انجمن ترقی اردو ہند علی گڑھ سے شائع کیا